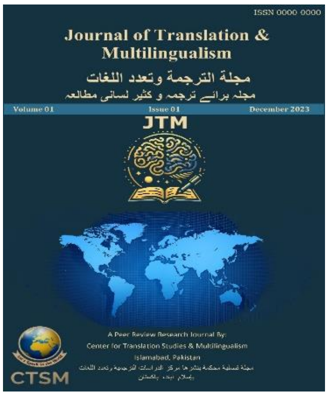

Journal of translation Studies & Multilingualism

مجلة الترجمة وتعدد اللغات

مجلّہ برائے ترجمہ و کثیر لسانی مطالعہ

Homepage: https://ctsmpk.org/index.php/jtm

Volume 01, Issue 01, December 2023

Title:

قرآن مجید کا ترجماتی مطالعہ: سورہ اخلاص کا معجمی اور دلالی تجزیہ

Study of Quran from translation perspective:
Lexical and Sementic analysis of Surah al-Ikhlas

Author(s) & Affiliation:

Dr. Rabia Rani
Assistant Professor (Visiting)
Faculty of Arabic
International Islamic University, Islamabad, Pakistan
rabia.rani.vt@iiu.edu.pk

Published on:

15/12/2023

How to cite:

رانی، ڈاکٹر رابعہ، "قرآن مجید کا ترجماتی مطالعہ: سورہ اخلاص کا معجمی اور دلالی تجزیہ" شمارہ نمبر 01، جلد نمبر 01، مجلّہ برائے ترجمہ و کثیر لسانی مطالعہ، 15/12/2023، ص: 85-66

Publisher:

Centre for Translation Studies & Multilingualism, Islamabad, Pakistan

قرآن مجید کا ترجماتی مطالعہ: سورہ اخلاص کا معجمی اور دلالی تجزیہ

Translative study of the Holy Quran:

Lexical and Sementic analysis of Surah al-Ikhlas

Abstract:

The literal translation of Holy Quran to any other language is a matter of great concern, however, research studies have been conducted for years to analyze its syntactical, lexical, semantical, rhetorical and translational aspects. Therefore, this paper comprehensively addresses translational complications by examining Surah Al-Ikhlas. In this regard, various translation books and interpretations are considered to discuss the lexical and semantical meaning of the words as well as the meaning in context. Moreover, the paper also proposes the solutions to the problems while translating and interpreting the meanings of Holy Quran. It demonstrates how to choose appropriate words for translation that lead to the closest and pertinent meaning. The results validate the significant impact of this research work in the domain of translation and interpretation of Holy Quran.

Keywords: Surah Al-Ikhlas Translation- Lexical translation of Surah Al-Ikhlas- Morphological translation of Surah Al-Ikhlas.

خلاصہ

قرآن مجید اوصاف کے لحاظ سے ایک یکتا اور بے مثال کتاب ہے اور اس کے معانی کے ترجمہ کا کام سالہا سال سے نحوی، صرفی، معجمی، دلالی اور بلاغی تحلیل و تحقیق کے ساتھ بخوبی سرانجام دیا جارہا ہے۔ لیکن کسی بھی زبان کی ترجمانی اور خاص کر قرآن مجید کے ترجمہ کا حق تمام تر کوششوں کے باوجود شاید ادا نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس سے پوری طرح انصاف ہوسکتا ہے؛ کیوں کہ ہر زبان میں ہر لفظ کی ایک انفرادی تاریخ اور شناخت ہوتی ہے جس کا ہو بہو ترجمہ اصلی معنی میں ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ترجمہ نگاری کے لئے ترجمہ نگار کا دونوں زبانوں پر مکمل عبور ہونا لازم وملزوم ہے۔ اس سلسلے میں درپیش تمام مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے بخوبی اس کام کو سرانجام دینا ایک ماہر ترجمہ نگار کی بہترین خصوصیات میں سے ہے۔ یہ مقالہ اوپر بیان کئے گئے تمام نکات کو سورہ اخلاص کا معجمی اور دلالی اعتبار سے تجزیہ کرتے ہوئے تفصیلا بیان کرے گا۔ نیز الفاظ کا چناؤ، لغت اور متن کے اعتبار سے معنی میں فرق کا بھی ذکر کیا جائے گا۔ مختلف تراجم اور تفاسیر کی مدد سے ترجمہ میں درپیش مسائل کو خوش اسلوبی کے ساتھ حل کرتے ہوئے ایک بہترین نتیجہ سامنے لانا بھی اس مقالہ کی ایک خصوصیت ہے۔ سورت کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ سامنے آیا ہے کہ قرآن پاک کا ترجمہ کرتے ہوئے مناسب، قطعی اور اصلی معنی سے قریب ترین الفاظ کا استعمال کرنا چاہئے۔ نیز تمام اصطلاحات اور محاورات کے ساتھ ساتھ دینی، ثقافتی اور تہذیبی حالات و واقعات اور اصطلاحات سے مکمل واقفیت ہونی چاہئیے۔

کلیدی الفاظ:

سورہ اخلاص۔ سورہ اخلاص کے معنی۔ سورہ اخلاص کے الفاظ کی دلالت۔ سورہ اخلاص کا لفظی ترجمہ۔

1-تعارف

امت مسلمہ کی مقدس کتاب قرآن مجید اللہ کے آخری پیغمبر سرور کائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کے نیک فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے 23 سال کے عرصے میں نازل کی گئی۔ جو تمام انسانوں کے لئے منبع رشد وہدایت اور سرچشمہ حکمت ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

" اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا[1]"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی وہ پاک اور بابرکت ہستی ہے جو قیامت تک عالم انسان کے لئے اللہ کی رضا وخوشنودی، ناراضگی اور جزا وسزا کو صحیح طریقے سے سمجھنے کا واحد ذریعہ ہے۔ ان کی بتائی گئی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا[2]"

قرآن مجید کی افہام وتفہیم کا سلسلہ اس کے نزول سے ہی شروع ہو گیا تھا اور پھر اس کا بیڑہ صحابہ رضی اللہ عنھم کے سپرد ہوا۔ تب سے یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ اس کے مضامین تمام انسانیت کے لئے راہنمائی ہے۔ جن میں تمام مسائل کا حل دلائل کے ساتھ موجود ہے۔ جن کا ربط نہایت ہی خوش اسلوبی سے منطقی لحاظ سے وقوع پزیر ہوا ہے۔ قرآن مجید کی نحوی، صرفی، معجمی، دلالی اور بلاغی تحلیل وتحقیق کے ساتھ ساتھ اسکے ترجمے کا کام بھی سالہا سال سے بخوبی سرانجام دیا جارہا ہے۔ لیکن کسی بھی زبان کی ترجمانی اور خاص کر قرآن مجید کے ترجمہ کا حق تمام تر کوششوں کے باوجود شاید ادا نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ عقائد، روایات، تہذیبی عناصر، ثقافتوں، اور احساسات کا ترجمہ ایک زبان کے متن سے دوسری زبان کے متن میں ہو تو سکتا ہے، لیکن اس سے پوری طرح انصاف نہیں ہو سکتا؛ کیوں کہ ہر زبان میں ہر لفظ کی ایک انفرادی تاریخ اور شناخت ہوتی ہے جس کا ہو بہو ترجمہ اصلی معنی میں ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ترجمہ نگاری کے لئے ترجمہ نگار کا دونوں زبانوں پر مکمل عبور ہونا لازم وملزوم ہے۔ اس سلسلے میں درپیش تمام مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے بخوبی اس کام کو سرانجام دینا ایک ماہر ترجمہ نگار کی بہترین خصوصیات میں سے ہے۔ یہ مقالہ ان تمام نکات کو سورہ اخلاص کا معجمی اور دلالی اعتبار سے تجزیہ کرتے ہوئے تفصیلا بیان کرے گا۔ اس مقالہ کے لئے سورہ اخلاص کو اختیار کرنے کا سبب اس کا موضوع ہے جو کہ "توحید" پر مبنی ہے۔ جس کی دعوت تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی امتوں کو ہر دور میں دی۔ عقیدہ توحید بذات خود ایک بہت اہم موضوع ہے. چونکہ اس سورت کے توحیدی مضامین پڑھنے سے ایمان راسخ رکھنے والے دلوں میں اخلاص کے چشمے پھوٹتے ہیں لہذا اس کو سورہ اخلاص کہا جاتا ہے۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا ایسا جامع تصور دیا گیا ہے جو قرآن حکیم میں کسی اور مقام پر نہیں۔

[1] 105:4
[2] 1:25

قرآن مجید کی دوسری سورتوں میں تو بالعموم کسی دوسرے لفظ کو اُن کا نام قرار دیا گیا ہے جو ان میں وارد ہوا ہو، لیکن اس سورت میں لفظ اِخلاص کہیں وارد نہیں ہوا ہے۔اس کو یہ نام اس کے معنی کے لحاظ سے دیا گیا ہے۔جو شخص بھی اس کو سمجھ کراِس کی تعلیم پر ایمان لے آئے گا،وہ شرک سے خلاصی پا جائے گا۔[1]

توحید کے لغوی معنی :

یہ واحد سے تفضیل کے وزن پر ہے۔کہا جاتا ہے کہ **"وَحّدالشيء"** میں نے اِس چیز کو ایک بنایا اور میں اِس کے ایک ہونے کا اعتقاد رکھتا ہوں. واحد عربی میں ایک کو کہتے ہیں،اسی طرح احد کا مطلب بھی ایک ہے۔

توحید کے اصطلاحی معنی:

اس بات کا اعتقاد کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے اپنے رب ہونے میں اور اپنے تمام ناموں اور صفات میں۔

اس مقالے کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔پہلے سیکشن میں موضوع کا تعارف اور سورت کا معنی بیان کیا گیا ہے۔دوسرے سیکشن میں سورت کا متن، لفظی معنی، لغات تراجم اور تفاسیر کی مدد سے ہر لفظ کا تجزیہ کرتے ہوئے تحلیل کی گئی ہے۔نیز الفاظ کے معانی کا فرق اور نحوی اعتبار سے تشریح کی گئی ہے۔تیسرے سیکشن میں ترجمہ کے قواعد وضوابط کے مطابق ترجمہ نگار کو درپیش مسائل اور انکے حل کو تفصیلا بیان کیا گیا ہے۔اس مقالہ کی کتابت کے دوران درپیش مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے اسکی تکمیل اور آخر میں نتائج اور ماحصل کا بیان اور تمام کتابوں کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

2-سورہ کا متن:

سورہ الاخلاص مکی صورت ہے[2]. اس میں 4 آیات، 17 کلمات اور 49 حروف موجود ہیں۔[3]

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌo اللَّهُ الصَّمَدُo لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْo وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ[4]o "

ترجمہ:"اے نبی کہہ دو کہ اللہ یگانہ ہے۔اللہ بے نیاز ہے[5]۔نہ کوئی اس سے پیدا ہوا نہ وہ کسی سے۔اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔"[6]

---

[1] ابوالاعلی مودودی، تفہیم القرآن،(ترجمان القرآن لاہور،1972) 530:6.

[2] مولانا ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن،(عرفان افضل پریس،اسلامی اکیڈمی،الفضل مارکیٹ،اردو بازار لاہور)577:3.

[3] مولانا محمد آصف قاسمی، تفسیر بصیرت قرآن،(مکتبہ بصیرت قرآن نارتھ ناظم آباد کراچی پاکستان)،661:6۔

[4] 114:1-4.

[5] یعنی سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں: القرآن وترجمة معانيه وتفسيره إلى اللغة الأردية. (مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، سعودی عرب)1753.

[6] مولانا ابو محمد عبدالحق الحقانی رحمہ اللہ تعالی، تفسیر فتح المنان المشہور بہ تفسیر حقانی، میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ کراچی)517:5.

اس کی ذات میں نہ اس کی صفات میں نہ اس کے افعال میں "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" (الشوری:11)۔حدیث قدسی ہے "انسان مجھے گالی دیتا ہے یعنی میرے لئے اولاد ثابت کرتا ہے، حالانکہ میں ایک ہوں بے نیاز ہوں میں نے کسی کو جنا ہے نہ کسی سے پیدا ہوا ہوں اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے، (صحیح البخاری، تفسیر سورہ قل ھو اللہ أحد) اس میں ان کا بھی رد ہو گیا جو متعدد خداؤں کے قائل ہیں جو اللہ کے لئے اولاد ثابت کرتے ہیں اور جو اس کو دوسروں کا شریک گردانتے ہیں اور ان کا بھی جو وجود باری تعالی کے قائل ہی نہیں۔[1]

2.1-لفظی ترجمہ:

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
قُلْ	کہہ دیجئے	هُوَ	وہ	اللّٰهُ	اللہ
أَحَدٌ	ہے یکتا	اَللّٰهُ	اللہ	الصَّمَدُ	بے نیاز ہے سب اسکے محتاج
لَمْ يَلِدْ	نہ اسکی کوئی اولاد ہے	وَ	اور	لَمْ يُوْلَدْ	نہ وہ کسی کی اولاد
وَلَمْ	اور نہیں	يَكُنْ	ہے	لَه	اس کا
كُفُوًا	ہمسر بھی	أَحَدٌ	کوئی[2]		

ذیل میں مفہوم و معنی کو سمجھنے کے لئے کچھ تراجم کا ترجمہ دیا جارہا ہے۔

ترجمہ1: "تو کہہ وہ اللہ ایک ہے۔اللہ بے نیاز ہے۔نہ کسی کو جنا۔نہ کسی سے جنا۔اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی"۔[3]

ترجمہ2: "کہہ دو:" بات یہ ہے کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے۔اللہ ہی ایک ایسا ہے کہ سب اس کے محتاج ہیں۔وہ کسی کا محتاج نہیں۔نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ ہی وہ کسی کی اولاد ہے۔اور اس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں"۔[4]

ترجمہ3:

[1] القرآن وترجمۃ معانیہ وتفسیرہ الی اللغۃ الأردیۃ،1755

[2] ،مولانا سید شبیر أحمد، مخدوم،قرآن حکیم، (پریس لاہور،2009)1077۔

[3] معارف القرآن، شفیع عثمانی،842۔

[4] مفتی محمد تقی عثمانی، آسان ترجمہ قرآن،(مکتبہ معارف القرآن، کراچی)1970:3۔

"کہہ دے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی اس کا ہم جنس ہے"۔ [1]

یہ تمام مستند تراجم ہیں۔ جنکا لفظ بلفظ ترجمہ دلالی معنی کے ساتھ مفصلا بیان کیا جارہا ہے۔

قُل: فعل امر مفرد۔ اس حکم کے اولین مخاطب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ آپ کا رب کون ہے کیسا ہے اور آپ ہی کو حکم دیا گیا کہ اسکے جواب میں آپ یہ کہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مومن اس بات کا مخاطب ہے، اسے بھی وہی بات کہنی چاہئے جس کے کہنے کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا۔

قل: کہ اے نبی کہہ دو۔ یعنی نبی خود نہیں فرماتے، اللہ جل جلالہ کے حکم سے تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے کہتے ہیں۔ عرب کی عادت تھی جب کسی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہوتی تھیں تو اسکے حسب نسب کے متعلق پوچھا جاتا تھا۔ اس لئے جب انہوں نے اللہ تعالی کے متعلق معلومات جاننی چاہیں تو یہ سوال کیا۔

"ھو ضمیر شان مبتدا، آئندہ جملہ خبر، اس صورت میں مرجع کی ضرورت نہیں یا ھو ضمیر ہے اور رب اسکی طرف راجع ہے جس کے اوصاف سوال کرنے والوں نے پوچھے تھے۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دو کہ میرے رب کے اوصاف جو تم پوچھتے ہو وہ اللہ ایک ہے احد اللہ سے بدل ہے یا ھو کی دوسری خبر ہے۔ چونکہ اللہ جزئی حقیقی کا نام ہے اور جزئی حقیقی میں احتمال ہی نہیں ہوتا کہ چند اشخاص پر اسکا اطلاق ہو سکے۔ جیسے زید علم ہے اور کلی عمومی نہیں پس اسکے بعد احد کہنا غیر مفید ہے۔ لیکن اللہ ایک معین ذات کا نام ہے جو خالق کائنات ہے مالک ہے رازق ہے اس لئے وضع کے لحاظ سے اس میں کثرت کا احتمال ہی نہیں ہے۔ جزئی حقیقی میں کثرت کا احتمال ناممکن ہوتا ہے اس کے بعد احد کہنا ایسا ہی ہوا جیسے زید زید ہے یا اللہ اللہ ہے یا ایک ایک ہے کہا جائے۔ ایسا لام اپنے اندر کوئی افادیت نہیں رکھتا۔ پس لا محالہ یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ لفظ میں احتمال کثرت تھا اور احد کہنے کے بعد اس احتمال کثرت کو رد کر دیا گیا۔ یعنی لفظ اللہ کی لفظی وضع ذات واجب الوجود کے لئے ہے خواہ واجب الوجود ایک ذات ہو یا دس۔ یہ لفظ وحدت لفظیہ پر دلالت نہیں کرتا گویا جزئی حقیقی نہیں بلکہ کلی ہے، مگر عقل بتارہی ہے کہ چند واجب الوجود ہونا محال ہیں اس لئے اس کا حصر ایک ہی ذات میں ہو گیا اور کسی دوسری ذات کا اللہ ہونا محال ہو گیا۔ اب اللہ کے بعد احد کا ذکر مفید ہو گیا۔

تفسیر عثمانی اور تفسیر ماجدی میں ہے کہ جو لوگ اللہ کی نسبت پوچھتے ہیں کہ وہ کیسا ہے ان سے کہہ دیجئے کہ وہ ایک ہے جسکی ذات میں کسی قسم کے تعدد اور تکثر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ نہ ہی اس کا کوئی مقابل ہے نہ مشابہ ہے۔ اس میں ان تمام عقائد کا رد ہو گیا جو ایک اللہ کے علاوہ تعدد الہ کو مانتے ہیں پھر چاہے وہ ہنود ہوں، یہود ہوں یا مجوسی۔ [2]

---

[1] ابن کثیر، 798۔

[2] ۔ تفسیر ماجدی، ص: 1189

لفظ احد کا استعمال عربی زبان میں مختلف مواقع پر ہوتا ہے۔ جب صیغہ اثبات میں اور صفت مطلق کی طرح پر آتا ہے تو اس کا اطلاق بجز حق تعالی کے اور کسی پر جائز نہیں کہ وہی اپنی ذات وصفات میں بے نظیر و بے ہمتا ہے۔

ھو اسم اشارہ اسم اللہ کی طرف ہے اور لفظ اللہ اسی مبتدا کی خبر ہے۔

احد: ایک اکیلا یکتا، مونث احدیٰ کہلاتا ہے۔فلان أحد الأحدين فلاں بے مثل ہے۔الاحدیہ: یکتائی۔[1]

احد: صیغہ نکرہ میں آنا اظہار عظیمت کے لئے ہے۔[2]

کہا جاتا ہے کہ اللہ واحد لا شریک ہے۔ اللہ واحد نہیں بلکہ ایک ہے۔ کیونکہ اگر ہم اس لفظ کی اصل پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ واحد اور احد میں معنی کا بہت فرق ہے۔ واحد کا لفظ کسی بھی انسان یا چیز کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یعنی وہ بطور انسان ایک اکائی ہے واحد ہے۔ لیکن جسد انسانی میں بے شمار اجزاء اور اعضاء پائے جاتے ہیں۔ اب اگر کہا جائے کہ ایک ہاتھ تو وہ واحد ہے لیکن اس کے اندر کتنے ہی اجزاء ہیں۔ جدید سائنس کے مطابق ایک انسانی جسم میں تقریبا دس کھرب خلیے ہوتے ہیں۔ اس ایک انسانی جسم میں جسے ہم واحد کہتے ہیں اس میں دس کھرب خلیے پائے جاتے ہیں اور اس ایک خلیے میں بھی زندگی پائی جاتی ہے اور اس کے بھی کئے اجزاء ہیں۔ اس کائنات کی کوئی بھی چیز واحد تو ہو سکتی ہے لیکن احد نہیں۔ اللہ نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔ اس سے مراد نر اور مادہ بھی ہے اور یہ بھی کہ بدن کے جتنے بھی اعضاء ہیں سب کا جوڑا ہے۔ ایک عضو بھی اکیلا نہیں۔ احد ایک ایسی اکائی ہے جو آگے منقسم نہیں ہو سکتی۔ یہ صرف اللہ تعالی کی پاک ذات ہے جو خالصتا اکیلی ہے احد ہے یکتا ہے۔ اس کا کوئی حصہ کوئی جزو کوئی نوع کوئی تقسیم نہیں ہے۔

اللہ کی مخلوق کے کئی درجات ہیں۔ انبیاء، اولیاء اللہ، ملائکہ ہیں۔ لیکن تمام درجات کسی بھی صورت اللہ کی ذات کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے۔ وہ اللہ احد ہے اسکا کوئی شریک نہیں، وہ خالق کائنات ہے مالک ہے رازق ہے۔

اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ لہذا انسان کو صرف اللہ کی کی عبادت کرنی چاہئے۔ اس ضمن میں رسول اللہ کے احکامات کا ماننا لازمی ہے۔ کیونکہ رسول وہی بات کرتے ہیں جو اللہ نے وحی کے ذریعے ان تک پہنچائی۔ پھر صحابہ کرام اور تابعین پھر تبع تابعین، علمائے حق، اولیاء اللہ سب کی اطاعت ہم پر واجب ہے۔ کیونکہ وہ اللہ اور اللہ کے نبی کی بات ہم تک پہنچاتے ہیں اس لئے ان کی اطاعت لازم ہو گی۔[3]

[1] یونس معلوف، المنجد، عربی اردو، ترجمہ: مولانا ابو الفظل عبد الحفیظ ایلیاوی، (افضل شریف پرنٹرز، خزینہ علم وادب، الکریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور) 23۔

[2] تفسیر ماجدی مع ترجمہ و تفسیر حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی، القرآن العظیم، پاک کمپنی اردو بازار لاہور، ص: 1189۔1190۔

[3] ماخوذ: الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان، اکرم التفاسیر، عم: حصہ دوم، (اویسیہ کتب خانہ، اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور، 2017) ص: 224۔227۔

جب انسان کسی بھی مشکل میں ہوتا ہے تو شعوری اور لاشعوری طور پر وہ اللہ ہی کو یاد کرتا ہے اسی کو ہی مدد کے لئے پکارتا ہے یعنی وہی ایک واحد اور یکتا ذات ہے جو اسے اس مشکل سے نکال سکتی ہے۔ہم اسی کے ہی محتاج ہیں۔[1]

عربی میں کہا جاتا ہے لا یقاومہ أحد تو اس کا مطلب ہوگا کہ کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور کہا جائے کہ ایک شخص اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو سمجھ جائیں کہ دو کر سکتے ہیں۔اسلئے واحد اثبات کے موقع پر اور احد نفی کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے احد منبع ہے صفات کا اور واحد مع صفت ہے بالخصوص یکتائی کی صفت معتبر ہے۔اسی لئے پہلے فرمایا گیا ھو اور پھر اسکے ظاہری نام کا استعمال کیا گیا ہے۔اسکے بعد احد کا استعمال کیا گیا تاکہ واضح ہو سکے اس کی صفات اس میں کثرت پیدا نہیں کرتیں اس لئے اس کی احدیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا اسلئے صوفیاء کرام کے نزدیک واحدیت اور احدیت میں فرق ہے۔عربی میں تخفیف کی بنیاد پر واحد کے و کو ہمزہ سے بدل دیا جاتا ہے۔[2]

ھو اشارہ مطلق ہے اسکی کوئی قید نہیں لیکن جب مشار الیہ کا تعین ہو چکا ہے اور معلوم ہے کہ ھو اللہ وہ اللہ ہے تو اسکے علاوہ کون مراد ہو سکتا ہے۔یعنی شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہ گئی۔اور اللہ کی الوھیت اور واحدانیت واضح کرنے کے لئے ھو کے بعد لفظ جلالہ کا استعمال کیا گیا کہ تمام صفات جو کہ کمال درجے کی ہیں وہ صرف اس پاک ذات کی ہی ہیں۔

اللہ لفظ جلالہ مبتدا ثانی ہے۔اور احد اسکی خبر۔[3]

مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ: نحوی قواعد کی رو سے ھو اللہ احد کی بہت سی تراکیب بیان کی گئی ہیں۔لیکن جو ترکیب سب سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے وہ ھو مبتداء ہے اللہ اسکی خبر اور احد خبر ثانی۔اس لحاظ سے اس جملے کا معنی یہ ہوا کہ وہ (جسکے بارے میں تم لوگ سوال کرتے رہے ہو) اللہ ہے، یکتا ہے۔دوسرا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ ایک ہے۔جو کہ زبان کے لحاظ سے غلط نہیں ہے۔لفظ احد کا استعمال غیر معمولی طور پر کیا گیا ہے۔عام طور پر یہ لفظ بطور مضاف/مضاف الیہ/گنتی/نفی/سوال کے طور پر کیا جاتا ہے۔اور اس کے علاوہ قرآن پاک کے نزول سے پہلے اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔نزول قرآن کے بعد یہ لفظ صرف اللہ کی ذات کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔احد کا مطلب ہے کہ وہ ایک اکیلا ہی ربوبیت اور معبودیت کی صفات کا مالک ہے۔اس کی وحدانیت ہر لحاظ سے کامل ہے۔[4]

---

[1] محمد آصف قاسمی، تفسیر بصیرت قرآن، سورہ الحدید تا سورہ الناس، (مکتبہ بصیرت قرآن، نارتھ ناظم آباد کراچی، پاکستان) 6:664۔

[2] شیخ ابو محمد عبد الحق الحقانی الدہلوی رحمہ اللہ علیہ، تفسیر فتح المنان المشہور بہ تفسیر حقانی، حصہ ہفتم، (الفیصل ناشران وتاجران کتب، (محبوب پرنٹرز) غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، 2009) 250، 251۔

[3] ماخوذ: محمود صافی، الجدول فی اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ (دار الرشید دمشق، بیروت، 1995) 3:425۔

[4] ماخوذ: ابوالاعلی مودودی، تفہیم القرآن، ص: 536، 537۔

پس یہ ثابت ہوا کہ اللہ کی پاک ذات ہی وہ واحد ہستی ہے جو یکتا ہے اور تمام صفات سے متصف و مزین ہے جو کسی بھی قسم کے تجزیہ و تعدد اور کثرت سے پاک ہے۔

2.2-اللہُ الصَّمَدُ:

اللہ: لفظ جلالہ

الصمد: بے نیاز۔ال عربی میں اسم کو معرفت دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

الصمد: صفہ مشبہ ہے جس کی طرف حاجات کے وقت رجوع کیا جائے۔

هو الله أحد الله الصمد: اس میں اللہ کی درجہ کمال کی دو صفات بیان کی گئی ہیں احد اور الصمد۔جو ذات الہی کی احدیت پر دلالت کرتی ہیں اور تمام صفات سے متصف ہیں۔احد وہ ہے کہ جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔اور الصمد وہ ہے کہ جو تمام اوصاف کا مالک ہے۔[1]

الصمد کا مادہ (ص م د) ہے۔صاحب المنجد اس لفظ کے معانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الصمد: قصد کرنا، سطح مرتفع، وہ سردار جسکی طرف حاجات میں رجوع کیا جائے۔وہ شخص جس سے بالاتر کوئی شخص نہ ہو۔وہ سردار جس کی اطاعت کی جاتی ہو اور جس کے بغیر امور پورے نہ ہوں۔ ٹھوس۔ایسا شخص جو لڑائی میں بھوکا پیاسا نہ ہو۔ہمیشہ دینے والا۔المصمد: ٹھوس چیز، جسکا قصد کیا جائے۔بیت مصمد: وہ گھر جسکی طرف حاجات میں رجوع کیا جاتا ہو۔أصمد إليه الأمر: سہارا دینا۔اس کے سپرد معاملہ کیا۔اس کے اوپر معاملہ میں اعتماد کیا۔[2]

ان لغوی معنوں کی بنیاد پر لفظ الصمد کی جو تفاسیر صحابہ و تابعین اور پورے اہل علم سے منقول ہیں وہ درج ذیل ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ، عکرمہ اور کعب احبار رحمہ اللہ: صمد وہ ہے جس سے بالاتر کوئی نہ ہو۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ: وہ جو سب سے بے نیاز ہو اور سب اسکے محتاج ہوں۔

عکرمہ: وہ جس سے کوئی چیز نہ نکلتی ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود: وہ سردار جس کی سیادت کامل ہو اور انتہا کو پہنچی ہوئی ہو۔جو اپنی سیادت میں اپنے شرف میں اپنی عظمت میں اپنے حلم اور بردباری میں، اپنے علم میں اور اپنی حکمت میں کامل ہو۔

---

[1] ماخوذ: محمود صافی، الجدول فی اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ، (دار الرشید دمشق۔بیروت، 1995)3:425-426۔

[2] المنجد: عربی اردو، 482۔علامہ ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور الافریقی المصری، لسان العرب، (دار صادر۔بیروت)، 17:7۔

حسن بصری اور قتادہ: جو باقی رہنے والا اور لازوال ہو۔[1]

جہاں تک اس لفظ کے "ال" کے ساتھ بیان کرنے کا تعلق ہے تو صمد کا لفظ اللہ تعالی کے علاوہ مخلوقات کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے اسے اللہ کی ذات سے مخصوص کرنے کے لئے اللہ صمد کی بجائے اللہ الصمد کہا گیا جس کے معنی یہ ہیں کہ اصلی اور حقیقی صمد اللہ تعالی ہی ہے۔ مخلوق اگر کسی ایک حیثیت سے صمد ہو بھی تو دوسری حیثیت سے وہ صمد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ فانی ہے قابل تقسیم ہے۔ بعض انسان اسکے محتاج ہیں تو بعض کا وہ خود محتاج ہے۔ وہ خود اپنے خالق حقیقی کا محتاج ہے جس نے اسے پیدا کیا۔

اس کے بر عکس اللہ صمدیت کی صفت ہر لحاظ سے کامل ہے۔ شعوری و لاشعوری طور پر ہر انسان خاص کر مشکل وقت میں اللہ ہی سے رجوع کرتا ہے۔ سب سے بر تر ہے اس لئے وہ صمد نہیں الصمد ہے۔ ایسی پاک ذات اور ایسی ہستی جو واقعی در حقیقت صمدیت سے اپنے کمال درجے پر ہر لحاظ سے متصف ہے۔

کمالین ترجمہ و شرح تفسیر جلالین میں آتا ہے:

الصمد: ٹھوس، مقصود، حاجتوں کا مرجع، بلند عمارت۔ صمد ٹھوس پہاڑ کو کہتے ہیں اور اللہ سے بڑھ کر اور کون مضبوط اور طاقتور ہو گا۔ اللہ فی الحقیقت ایسا جمع لفظ ہے کہ اس کا کوئی صحیح بدل کسی زبان میں نہیں ہے۔[2]

تفسیر مظہری کے مصنف فرماتے ہیں کہ سلف نے لفظ صمد کی تشریح باللوازم کی ہے اصل معنی بیان نہیں کئے ہیں کہ مقصود مطلق وہی ہو سکتا ہے جس کے سب محتاج ہوں اور وہ کسی کام میں کسی کا محتاج نہ ہو۔ لامحالہ اسکے اندر تمام کمالات ہوں گے اور ہر طرح کی سیادت اس کو حاصل ہو گی اور تمام عیوب سے پاک ہو گا اور ہر آفت سے منزہ ہو گا کھانے پینے کا محتاج نہ ہو گا، نہ کوئی ہم جنس ہو گا نہ اس کی کوئی اولاد ہو گی۔ وہ سب سے اونچا ہو گا۔

اللہ احد کے بعد یہ جملہ مزید تاکید کے لئے استعمال کیا گیا ہے تاکہ توحید و معبودیت میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانے والوں کی صریحا نفی اور تردید ہو جائے۔ کیونکہ جو صمدیت سے متصف نہیں وہ معبودیت کا مستحق نہیں۔ انسان کا مقصود صرف اور صرف باری تعالی کی ذات ہونی چاہیئے۔[3]

---

[1] ابوالاعلی مودودی، تفہیم القرآن، 538۔540۔

[2] کمالین ترجمہ و شرح تفسیر جلالین، 820، 821۔

[3] علامہ قاضی محمد ثناءاللہ عثمانی مجددی پانی پتی، تفسیر مظہری، تشریح و ترجمہ: مولانا سید عبدالدائم الجلالی، (دارالاشاعت اردو بازار، کراچی)12:381۔

ابن کثیر اپنی تفسیر میں حافظ ابوالقاسم الطبرانی کا قول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب السنہ میں فرمایا کہ لفظ صمد کی تفسیر میں اوپر وارد ہوئے اقوال سچے اور صحیح ہیں۔ کل صفتیں ہمارے رب عزو جل میں ہیں، اسکی طرف سب محتاج ہیں، وہ سب سے بڑھ کر سردار اور سب سے بڑا ہے، اسے نہ پیٹ ہے نہ وہ کھوکھلا ہے، نہ وہ کھائے نہ پیئے۔ سب فانی اور وہ باقی ہے۔[1]

2.3-لم یلد: لم عربی زبان میں فعل مضارع کو ساکن کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لم نفی کے معنی میں آتا ہے اور ماضی پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ اللہ کو کسی نے پیدا نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یہاں پر ان تمام مشرکین حق کی باتیں رد ہو جاتی ہیں جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے یا عزیز کو اللہ کا بیٹا۔ اور ان عیسائیوں کی بھی جو عیسی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔ یہاں پر یہ بات واضح کر دی گئی کہ اس نے کسی کو پیدا نہیں کیا۔ ازل سے لے کر ابد تک ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ سو تمام باطل مفروضات کی نفی ہو گئی۔

2-4-ولم یُولَد:

و: حرف عطف ہے۔ اس کے بعد آنے والا کلمہ یا جملہ نحو اور خصوصیات کے لحاظ سے اس حرف سے پہلے آنے والے کلمے یا جملے پر معطوف ہوتا ہے۔

لم: نہیں

یُولد: پیدا ہوا

لم یلد ولم یولد: نہ اس نے کسی کو پیدا کیا اور نہ ہی اسے کسی نے پیدا کیا۔

یعنی مشرکین حق کی ان تمام باطل باتوں کا رد ہو گیا جو کسی کو بھی اللہ سے بیٹا یا باپ ہونے کے لحاظ سے منسوب کرتے تھے۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں:

''یہ ان لوگوں کا جواب ہے جنھوں نے اللہ تعالی کے نسب نامہ کا سوال کیا تھا کہ اس کو مخلوق پر قیاس نہیں کیا جا سکتا جو توالد و تناسل کے ذریعے وجود میں آتی ہے۔[2]

2-5– وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً أَحَدٌ:

و: حرف عطف ہے۔ یعنی اس کے بعد آنے والا جملہ پچھلے جملے پر معطوف ہے۔

لم: حرف جازم ہے

یکن: فعل مضارع مجزوم ہے۔ اصل میں یکون تھا۔ لم کی اضافت کی وجہ سے وحذف ہو گیا۔

---

[1] ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورہ اخلاص، پارہ: 30،799۔

[2] مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ علیہ، معارف القرآن، (مکتبہ معارف القرآن کراچی) 8:844۔ انظر: ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، 799۔

لہ:(ل)حرف جر ہے

ہ: ضمیر غائب اور لفظ اللہ کی طرف راجع ہے۔

کفوا: مماثل۔یکن کی خبر ہے۔اس پر الف کے اضافے ساتھ فتحہ کی تنوین کا استعمال ہوا ہے۔

احد: لم یکن کا اسم ہے۔ عربی زبان میں جب بھی کسی بات کو مخصوص کیا جاتا ہے یا اہمیت دی جاتی ہے تو حروف جارہ/ظروف کا استعمال پہلے کیا جاتا ہے۔اس بات کی وضاحت تفسیر مظہری میں اس طرح کی گئی ہے:

کفوالم یکن کی خبر ہے اور احد اس کا اسم ہے۔ لہ کا تعلق کفوا سے ہے اللہ کی تنزیہ اور اللہ کے مثل کی نفی مقصود تھی اس لئے کفوا پر لہ (متعلق) کو مقدوم کر دیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مقطع آیات کا لحاظ کرتے ہوئے لہ کو مقدم ذکر کیا گیا ہو۔تینوں جملوں کو ترتیب وار عطف کے ساتھ بیان کیا کیونکہ ہر قسم کے مثل کی نفی کرنا مقصود تھی، گویا تینوں جملے ایک جملے کی طرح ہو گئے۔[1]

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اس آیت کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نہ کوئی اس کا مثل ہے اور نہ ہی کوئی اس سے مشاکلت یا مشابہت رکھتا ہے۔[2]

اصل میں لفظ کفو کا استعمال ہوا ہے۔ جسکے معنی ہیں نظیر، مشابہ، مماثل، ہم رتبہ، مساوی۔ پس اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ساری کائنات میں کوئی نہیں جو اللہ کے مانند یا اس کا ہم رتبہ ہو یا جو اپنی صفات، افعال اور اختیارات میں اس سے کسی درجہ میں بھی مشابہت رکھتا ہو۔[3]

یہ الفاظ **أحد الصمد لم یلد ولم یولد** خداوند عالم کی وحدانیت اور شان بے نیازی بیان کرنے میں نہایت ہی اعلی وارفع ہیں۔ان کے معنی کا مجال نہایت ہی وسیع ہے جو کہ ان دو الفاظ میں سمیٹ دیا گیا ہے۔تاکہ پڑھنے والے کو اس کے معنی اور اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔

سورہ اخلاص توحید ذات وصفات اور نفی شرک کی مکمل حقیقت اور روح ہے گویا اسلام اور ایمان کی اعتقادی اور عملی اصول کی ترجمانی اور کلمہ لا الہ الا اللہ کی تفسیر اور تشریح ہے اور اس بناء پر کہ اس مضمون کی ابتدا قل کے خطاب سے ہے توضمنا علوم توحید کے ساتھ علوم رسالت کو بھی یہ سورت جامع اور متضمن ہو گئی۔[4]

اس سورت میں تمام باطلہ مذاہب کا نہایت ہی مجمل اور شائستہ انداز میں رد کیا گیا ہے۔

---

[1] تفسیر مظہری، اردو، قاضی ثناء اللہ، 381:12۔

[2] مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، معارف القرآن، 844:6

[3] تفہیم القرآن، ابوالاعلی مودودی، 543:6۔کمالین، ترجمہ وشرح تفسیر جلالین، 823:7۔

[4] معارف القرآن، ج:8۔ص:575۔

ھواللہ۔اس میں صفات ثبوتیہ شامل ہیں۔ھواس کے وجود حقیقی پر دلیل ہے، لفظ اللہ اس کے حی و قیوم، سمیع و بصیر، علیم و خبیر، قادر و مالک ہونے پر دلال ہے۔احد صفات سلبیہ پر دلالت کرتا ہے۔اور جب احدیت ہے تو وہ مکان اور جسم سے بھی پاک ہے۔اور اسکا مرکب، مرتب، متجزی، یا ترکیبی ہونا احدیت کے خلاف ہے۔اور جب وہ جسمانی ہے نہ مکانی تو تمام عوارضِ جسم اور زمانہ سے پاک ہے۔اس لئے لفظ احد اس کی یکتائی اور استقلالِ صفات پر بھی دلالت کر رہا ہے۔[1]

3-ترجمہ نگاری:

اس سے مراد ہے کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان میں بغیر وضاحت اور شرح کے بیان کرنا۔ یا کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان کرنا۔[2]

کسی بھی لفظ کے صحیح معنی کو سمجھنے کے لئے اس کے مادہ (***root word***) کا جاننا ضروری ہے۔لسان العرب میں ترجمہ کو ترجمان کے ساتھ سہ حرفی مادے **رجم** کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔یونانی لفظ ***dragonam*** کی تعریب،اس طرح ترجمہ وغیرہ کو اشتقاق معکوس یا ***back formation*** کہا جا سکتا ہے۔[3]

ترجمہ رباعی مجرد کے باب فَعْلَلَ سے ہے،اس لئے ترجمہ کرنے والے کو مترجِم کہتے ہیں۔اور ترجمہ کی ہوئی نص مترجَم کہلاتی ہے۔جو کہ مفعول ہے۔ترجمہ ہر طرح کے تصنع و تکلف اور قصے کہانیوں سے پاک ہو۔[4]

یعنی کہ کسی زبان کی نص کو دوسری زبان میں اسکے معنی اور مفہوم کی تبدیلی کے بغیر منتقل کرنا۔اور وہ قاری اور سامع تک بالکل واضح اور مکمل معانی کے ساتھ بغیر ابہام کے پہنچایا جائے۔

ترجمہ نگاری بذات خود ایک مشکل اور محنت طلب کام ہے۔اور قرآن پاک کے ترجمہ کا معاملہ ہو تو ذمہ داری دوگنی ہو جاتی ہے۔قرآن مجید چونکہ عربی زبان میں نازل ہوا اس لئے اس کے اہل زبان اسکی بلاغت و فصاحت اور معانی کی بلندی اور وسعت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سمجھ سکتے ہیں۔لیکن اہل عجم کا اسکے معانی اور فکار کو صحیح طریقے سے سمجھنا زیادہ مشکل ہے۔کیونکہ قرآن پاک کا ہر لفظ اپنے سیاق کے لحاظ سے

---

[1]ماخوز: تفسیر حقانی۔ ص:251۔252۔

[2]پروفیسر غلام احمد حریری،تاریخ تفیر و مفسرین،(فلک سنز فیصل آباد،1978)21۔

[3]اعجاز الہی،اردو زبان میں ترجمہ کے مسائل،(مقتدرہ قومی زبان،1986)،1:31۔32۔

[4]ماخوز: فتح الباری۔اور دیکھئے: باب الخطبہ۔ صحیح بخاری۔حدیث:1741،بیروت،ص:348۔

خاص معنی کا حامل ہے۔اس لئے مترجم کی ذرا سی غفلت اور کوتاہی یا نا سمجھی سے اصل نص کا مفہوم تبدیل ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔اسلئے ایسے الفاظ کا چناؤ لازمی ہے کہ جو عربی زبان کے الفاظ کی صحیح ترجمانی کرتے ہوں۔یہاں یہ امر بھی واضح ہے کہ کلام الہی کا کسی دوسری زبان میں ترجمانی کرنا اس حالت میں کہ وہ ترجمہ کئے ہوئے الفاظ ہو بہو ان عربی الفاظ کے وسیع مفہوم و معانی کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہوں ایک مشکل کام ہے۔اس بارے میں سید مودودی کہتے ہیں:

"کلام الہی کے الفاظ میں اس قدر وسیع معانی پوشیدہ ہیں جن پر کوئی انسانی کلام حاوی نہیں ہو سکتا۔انسان خواہ کتنے ہی علم و فضل اور بصیرت کے ساتھ اس کا ترجمہ کرے،وہ ایسے الفاظ بہم نہیں پہنچا سکتا جو الفاظ قرآن کے تمام مفہومات کو ادا کرنے والے ہوں۔"[1]

قرآن مجید کا سب سے پہلا فارسی ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کیا اور انکے دو صاحبزادوں مولانا رفیع الدین اور مولانا عبد القادر کو اولین مترجمین کا خطاب حاصل ہے۔ان کے علاوہ بہت سے مترجمین ہیں جنھوں نے قرآن پاک تراجم کئے۔ان میں ڈپٹی نذیر احمد،مولانا اشرف علی تھانوی،حافظ فتح محمد جالندھری،سید ابوالاعلی مودودی،ابوالکلام آزاد وغیرہ شامل ہیں۔

شاہ ولی اللہ سے پہلے کئے گئے بعض تراجم میں سلیس زبان استعمال نہیں کی گئی تھی۔اور تکلفات کو استعمال کی گیا تھا۔اس کے علاوہ روزمرہ کے محاورات کے مطابق تراجم نہیں کئے گئے تھے۔اس ضمن میں شاہ ولی اللہ کا ترجمہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔جس میں انہوں نے جامع اسلوب،بامحاورہ اور سلیس ترجمہ کرنے کا بہت زیادہ خیال رکھا۔

1۔3-ترجمہ نگاری کے بنیادی اصول:

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ مفسر قرآن کے لئے کچھ شرائط کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مفسر قرآن کو مندرجہ ذیل علوم پر دسترس حاصل ہونا ضروری ہے۔"علم لغہ،علم نحو،علم صرف،علم اشتقاق،علم معانی،علم بیان،علم بدیع،علم قرأت،علم اصول دین،علم اصول فقہ،علم اسباب نزول،علم قصص القرآن،علم حدیث،علم ناسخ و منسوخ،علم محاورات عرب،اور علم تاریخ"۔[2]

ایک ماہر مترجم کے لئے ضروری ہے کہ اسے ترجمہ کی اہمیت،اسکی پہچان اور اصول کی مکمل آگاہی ہو۔

ترجمہ کرتے وقت مترجم کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

1۔عربی لغت کے معانی اور صیغہ سے آگاہی۔

2۔دونوں زبانوں کے اسلوب سے آگاہی اور واقفیت۔

---

[1] پروفیسر خورشید احمد،ادبیات مودودی(اسلامک پبلی کیشنز لاہور،1985)375۔

[2] امام جلال الدین سیوطی،الاتقان فی علوم القرآن،(سہیل اکیڈمی 1986)2:180۔

3۔اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام کی شان کا خیال کرتے ہوئے مناسب الفاظ کا استعمال۔

4۔مرجح اور مناسب ترین الفاظ کا چناؤ کرنا۔

5۔قرآن مجید میں بیان کردہ تمام واقعات سے آگاہی۔

6۔ہدفی زبان ***target language*** میں ہم آہنگی۔

7۔اختیار کردہ موضوع پر مکمل دسترس۔

8۔تعبیر اور انشاء میں مہارت۔

9۔دونوں زبانوں کے محاورات، ثقافت، مصطلحات کی آگاہی۔

10۔مطلوبہ زبان کے معانی کی وسعت اور تمام تراکائیوں پر قدرت اور کلمات کے مکمل مفاہیم پر عبور۔

نثار احمد قریشی کہتے ہیں کہ ترجمہ کے لئے لازمی ہے کہ :"ترجمہ تحت اللفظ ہو اور دوسرا یہ کہ ترجمے کی زبان کا محاورہ ہاتھ سے نہ جائے۔"[1]

3.2-ترجمہ نگاری میں درپیش مشکلات کا جائزہ:

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تخلیق کے بعد ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو دین اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا۔ جس میں توحید الہی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر تمام انسانیت کی راہنمائی اور رشد وہدایت کا سرچشمہ بنا کر یہ پیغام ساری دنیا تک پہنچادیا کہ :

(الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا[2])

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ ذمہ داری صحابہ کرام/تابعین/تبع تابعین اور علمائے کرام کو سونپ دی گئی۔دین اسلام کی طرح قرآن کریم تمام انسانیت کے لئے مکمل ہدایت ہے جو ہر لحاظ سے جامع، کامل، آفاقی اور بے مثل ہے۔اس میں دنیا کے تمام موضوعات، مشاکل، تاریخی واقعات کا ذکر اور تمام باطل تصورات کا رد ہے۔ جن میں توحید کو بہت اہمیت حاصل ہے جو دین اسلام میں اساسی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسے عمارت کے لئے اسکی بنیاد اور پہلی اینٹ کی اہمیت اساسی ہے۔

---

[1] ترجے کے اصول، مشمولہ ترجمہ اور روایت اور فن (مقتدرہ قومی زبان۔اسلام آباد، 1985)20۔

[2] 3:5.

قرآن پاک کے اولین مخاطب اس کے معنی اور مفہوم کو بغیر کسی مشکل کے سمجھتے تھے، لیکن جو اہل زبان نہیں تھے ان کو اس کے سمجھنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔اس لئے ان لوگوں تک قرآن پاک کی تعلیمات بہم پہنچانے کے لئے معنی اور مفہوم اور تشریح و تفسیر کا کام شروع کیا گیا جو کہ ہر دور میں جاری رہا۔

ترجمہ بذات خود ایک مشکل فن ہے جس میں دوسری زبان سے صرف الفاظ کا ترجمہ ہی نہیں کیا جاتا بلکہ اسکی روح کو بھی دوسری زبان میں منتقل کرنا ہوتا ہے۔ مترجم کو ایسا ماحول اور سہولیات میسر ہونی چاہئیں جو کہ ترجمہ نگاری کے لئے لازم ہوتی ہیں۔[1]

*ترجمہ ناممکن کو ممکن بنانے کی سعی ہے۔ جس میں تخلیق کو ازسر نو پانا ہوتا ہے۔اس لئے امریکہ میں ترجمے کو ***recolation*** یعنی باز تخلیق سے تعبیر کرتے ہیں[2]۔ بہترین ترجمہ وہ ہے جو متن کے ساتھ ساتھ دوسری زبان میں بیان کئے گئے الفاظ کا متبادل بھی ہو۔ ترجمہ ایسا ہونا چاہیئے جس میں قرآن کی روح کو بیدار کرنے والے خواص بدرجہ اتم موجود ہوں۔

ڈاکٹر محمد حیات ترجمہ نگاری کی مشکلات کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

*''انسان حقیقی معنوں میں انسان بن کر رہنے، معاشرے میں صحیح انسانی کردار ادا کرنے اور آخرت میں فلاح یاب ہونے کا انحصار قرآن پر ہے۔اسلیئے اسکا فہم وادراک انسان پر لازم ہے۔اور اسلامی زندگی کا تو تصور ہی بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اگر صحیح معنوں میں اللہ کا پیغام نہ سمجھا جائے۔قرآن فہمی ہی اصل اسلام فہمی ہے"۔[3]

اس مقالے کے لئے سورہ اخلاص کو اختیار کیا گیا تا کہ عوام الناس تک اس عقیدے کے حوالے سے معلومات بہم پہنچائی جائیں۔اس ضمن میں کئے گئے تراجم کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کے معانی کو معجمی اور دلالی طور پر تفصیلا بیان کر کے اجاگر کیا گیا۔

ترجمہ کرتے وقت زبان کے مختلف عناصر کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ جن کا تعلق ترجمہ نگاری کے بعض اہم پہلوؤں سے ہے۔ جو ترجمہ نگاری کی خصوصیات تصور کئے جاتے ہیں لیکن ان سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی جاسکتی۔

ڈاکٹر مرزا حامد بیگ بیان کرتے ہیں:

1۔ مفرد الفاظ، اصطلاحات و محاورات کا خیال۔

2۔ الفاظ کی تراکیب اور انکی لغوی دلالت۔

3۔ صنائع لفظی اور معنوی کا خیال۔

---

[1] اردو زبان میں ترجمہ کے مسائل، 18۔

[2] محمد فاروق خان، ترجمہ قرآن، مسائل و مشکلات، (علوم القرآن، علی گڑھ، 2009)

[3] ڈاکٹر عمر حیات، فہم قرآن کے تقاضے اور ترجمہ قرآن حکیم، 186۔

4۔صرف ونحو کا خیال۔

5۔عبارت کی ظاہری وضع ومفہوم۔

6۔مصنف کا ذوق اور لب ولہجہ۔

7۔جملوں کی ساخت۔

*ان تمام نکات کا خیال کرتے ہوئے مترجم بہترین انداز میں ترجمہ کرنے کی صلاحیت رکھ سکتا ہے۔ جس سے ترجمے میں ایک حد تک قطعیت ***authenticity*** آسکتی ہے[1]۔

4-نتائج اور گزارشات:

*سورہ کی تحلیل، معجمی اور دلالی تجزئے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک بہترین مترجم کے لئے ضروری ہے کہ اس کے اندر وہ تمام خواص ہونا لازمی ہیں جو مقالہ میں پیش کئے گئے ہیں۔ جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

:-ایک اچھے مترجم کے لئے ضروری ہے کہ اسے ***target language*** اور ***sourse language*** دونوں پر مکمل عبور حاصل ہو۔

:-قرآن پاک کا ترجمہ کرتے وقت اللہ تعالی کی شان اور انبیاء کے مقام کا خیال رکھتے ہوئے مناسب قطعی اور اصلی معنی سے قریب ترین الفاظ کا استعمال کرنا چاہئے۔

:-تمام اصطلاحات اور محاورات کے ساتھ ساتھ دینی ثقافتی اور تہذیبی حالات وواقعات اور مصطلاحات سے مکمل واقفیت ہو۔

*تراجم کے تجزیہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ترجمہ کرتے وقت تمام لغوی الفاظ اور اصطلاحات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

*باقاعدہ ایسے ادارے قائم کئے جائیں جو بہترین ترجمہ نگار کی تخریج کریں۔ اور ترجمہ کئے گئے تراجم کو جانچ پرکھ کرکے اسکی قطعیت ***authenticity*** کو لازم بنائیں۔

---

[1] ماخوذ: حامد مرزا بیگ، مغرب سے نثری تراجم (مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1988)1:52، 51

*تراجم کو تعلیمی اداروں میں لازم قرار دیا جائے۔تاکہ ہمارے طلباء قرآن پاک کی باقاعدہ تفاسیر پڑھنے کے بعد اسکے تمام مضامین کو سمجھ سکیں۔

* تمام تعلیمی اداروں میں ان کی سطح اور معیار کے حساب سے باقاعدہ مضامین کی تقسیم کی جائے۔

*جو تراجم کسی بھی لحاظ سے قطعی نہیں ہیں یا تحریف شدہ ہیں تو ان پر فورا پابندی لگا کر قانون کے مطابق عملدر آمد کرایا جائے۔

*بچوں کو گھر میں ایسا ماحول دیا جائے جس سے روزانہ کی بنیاد پر قرآن پاک سے محبت اجاگر کرنے کے لئے باقاعدہ ترجمے کے ساتھ پڑھایا جائے۔

حوالہ جات:

القرآن الکریم

1الاتقان فی علوم القرآن- امام جلال الدین سیوطی- ج:2، سہیل اکیڈمی 1986م-

2۔الجدول فی اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ- محمود صافی- دار الرشید دمشق- بیروت، ط:3- 1995م-

3۔ادبیات مودودی۔پروفیسر خورشید احمد۔اسلامک پبلی کیشنز لاہور۔1985م۔

4۔اردو زبان میں ترجمہ کے مسائل۔اعجاز الہی۔مقتدرہ قومی زبان۔ط:1، 1986م۔

5۔اکرم التفاسیر۔عم۔حصہ دوم۔الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان، ویسیہ کتب خانہ۔اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور، ط:۔ 2017۔

6۔آسان ترجمہ قرآن۔مفتی محمد تقی عثمانی۔ج:3۔مکتبہ معارف القرآن۔کراچی۔
7۔القرآن العظیم۔تفسیر ماجدی مع ترجمہ و تفسیر حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی، پاک کمپنی اردو بازار لاہور۔
8۔القرآن وترجمة معانيه وتفسيره إلى اللغة الأردية.مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، سعودی عرب۔
9۔المنجد، عربی اردو، یونس معلوف، ترجمہ: مولانا ابوالفظل عبد الحفیظ ابلیاوی، افضل شریف پرنٹرز، خزینہ علم وادب۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور۔
10۔تاریخ تفسیر ومفسرین۔پروفیسر غلام احمد حریری۔فلک سنز فیصل آباد۔1978م۔
11۔ترجمان القرآن. مولانا ابوالکلام آزاد. ج:3، عرفان افضل پریس، اسلامی اکیڈمی، الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور.
12۔ترجمے کے اصول، مشمولہ تعجمہ اور روایت اور فن۔مقتدر قومی زبان۔اسلام آباد، 1985م۔
13۔تفسیر ابن کثیر۔تفسیر سورہ اخلاص، پارہ:30۔
14۔تفسیر بصیرت قرآن۔محمد آصف قاسمی۔سورہ الحدید تا سورہ الناس۔مکتبہ بصیرت قرآن۔نارتھ ناظم آباد کراچی، پاکستان۔ج:6۔
15۔تفسیر فتح المنان المشہور بہ تفسیر حقانی۔شیخ ابو محمد عبد الحق الحقانی الدہلوی رحمہ اللہ علیہ، حصہ ہفتم۔الفیصل ناشران وتاجران کتب، (محبوب پرنٹرز) غزنی سٹریٹ، اردو بازار۔لاہور۔2009۔
16۔تفسیر فتح المنان المشہور بہ تفسیر حقانی، مولانا ابو محمد عبد الحق الحقانی رحمہ اللہ تعالی، ج:5، میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ کراچی۔
17۔تفسیر مظہری۔علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی۔تشریح وترجمہ: مولانا سید عبد الدائم الجلالی۔دار الاشاعت اردو بازار، کراچی، ج:12۔
18۔تفہیم القرآن، ابوالاعلی مودودی، ترجمان القرآن لاہور، ج:6، 1972
19۔ صحیح بخاری باب الخطبہ۔۔حدیث: 1741، بیروت۔
20۔فتح الباری: حافظ ابن حجر عسقلانی، دار السلام ریاض، 2000ء ۔
21۔قرآن حکیم، مولانا سید شبیر احمد، مخدوم، پریس لاہور، 2009۔
22۔لسان العرب- علامة أبو الفضل جمال الدين محمد بن مكرم بن منظور الإفريقي المصري- دار صادر- بيروت، ج: 7-
23۔معارف القرآن۔مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ علیہ۔ج:8۔مکتبہ معارف القرآن کراچی۔